سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو، برہان نومبر ۱۹۶۴ء

احکامِ شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت

مولانا محمد تقی صاحب امینی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

رہنمائی سے استفادہ کی راہ میں چند دشواریاں | احکامِ شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت کے لئے جس قسم کی رہنمائی ملتی ہے اس کی تفصیلات سے پہلے چند دشواریوں کی نشاندہی ضروری ہے جو رہنمائی سے فائدہ اٹھانے کی راہ میں حائل ہیں۔

۱۔ مذہب کی نمائندگی جس انداز سے ہو رہی ہے اس میں بڑی حد تک فکر وعمل کی وہی خصوصیتیں موجود ہیں جو دورِ زوال کی یادگار ہیں اور جن کو زمانی تبدیلیوں نے پائمال بنا دیا ہے۔ چنانچہ اس امر پر سب کو اتفاق ہے کہ اسلام زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے لیکن ان شعبوں کی تعبیر وتفسیر میں اب تک دور وزمانہ کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے

بلاشبہ بعض ذہین اور طباع حضرات کی قلمی جولانیاں مسلّم اور قابلِ قدر ہیں لیکن ان جولانیوں کا دائرۂ کار عقائد وعبادات سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ اسی طرح بعض اجتماعی اور معاشرتی مسائل میں شاذ ونادر انفرادی رایوں سے بھی انکار نہیں ہے لیکن سوادِ اعظم کی بارگاہ سے سندِ قبولیت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے بہ ذہن معاشرہ پر اثر انداز نہیں ہو سکی ہیں بلکہ صاحبِ رائے خود موردِ الزام قرار پایا ہے

۲۔ ہر سمجھ دار آدمی اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ بہت سے ملکی، تنظیمی اور معاشرتی قوانین حالات

و زمانہ کی رعایت کئے بغیر اپنی افادیت نہیں برقرار رکھتے ہیں لیکن یہ تسلیم کرنا "صرف زبانی ہے عملاً" اب تک کوئی ثبوت نہیں پیش کیا جاسکا ہے۔

۳۔ موجودہ ترقیات اور بدلے ہوئے حالات سے سب مرعوب و متاثر ہیں لیکن مرعوبیت اور تاثر کا ردّعمل دو مختلف طریقوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔

ایک طبقہ حدود و قیود کو نظر انداز کر کے سب کچھ قبول کرنے میں خوش ہے۔ اور دوسرا ماتم کرنے اور گریز و فرار کی راہ اختیار کرنے میں مگن ہے۔ مضطرب و غیر مطمئن نہ یہ طبقہ ہے اور نہ وہ ہے۔ پھر عدل و اعتدال کی ضرورت کس کو پیش آئے؟ اور اس کی راہیں کیونکر کھلیں؟

۴۔ عدل و اعتدال کی توقع متوسط طبقہ سے ہو سکتی تھی لیکن اس سلسلہ میں متوسط طبقہ کا عملاً وجود نہیں ہے۔ بعض حضرات کی خواہشیں یقیناً قابل قدر ہیں۔ لیکن صرف خواہشیں ہیں جو معمولی آزمائش کے وقت نہایت نیک نامی کے ساتھ دب سکتی ہیں۔ اور پھر چند دنوں کے لئے ابھر سکتی ہیں۔ ان خواہشات کو بروئے کار لانے کے لئے کوئی موثر طاقت ہے اور نہ بے چین کر دینے والا احساس۔

۵۔ یہ کام جرأت و ہمت اور کھلے دماغ کے ساتھ براہ راست غور و فکر کے بغیر نہیں انجام پاسکتا ہے لیکن مذہب کے نام پر مختلف برادریاں اور گروہی تعلقات کی جکڑ بندیاں کچھ اس طرح گردن میں لئے ہوئے ہیں کہ ان سے صرف نظر کر کے جرأت و ہمت کے مظاہرہ کی توقع بے سود ہے اور ان کو ساتھ لے کر کھلے دماغ کے ساتھ کسی فیصلہ کی امید بیکار ہے۔

ان حالات میں رہنمائی کی تفصیلات پر گفتگو محض "معذرۃً الی ربکم" ہی ہو سکتی ہے یا اس امید پر کہ مستقبل میں طوفان کی شدت قلب و دماغ کی لہروں میں ارتعاش پیدا کر دے اور پھر حفاظت کیلئے سفینہ کی تیاری پر مجبور ہونا پڑے۔

ذیل میں بترتیب وار قرآن و سنت صحابہؓ کی زندگی اور فقہاء کے کارناموں سے رہنمائی کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔

قرآن حکیم کے طریق نزول سے استدلال (۱) قرآنی احکام دفعۃً نہیں نازل ہوئے ہیں بلکہ ۲۳ سال کی مدت

میں بتدریج ان کا نزول ہوا ہے جس سے ایک طرف احکام شرعیہ میں حالات کی رعایت کا ثبوت ملتا ہے اور دوسری طرف اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ شریعت سازی کی اصل بنیاد معاشرہ ہے۔

(۲) احکام کے نزول میں ضرورت، مصلحت اور مناسبت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ جیسی ضرورتیں پیش آتی رہیں اور جس قسم کے مصالح کی رعایت ناگزیر ہوئی اس کی مناسبت سے احکام کا نزول ہوتا رہا ہے جس سے مذہب اور زندگی میں باہمی ربط کا ثبوت ملتا ہے نیز یہ بات واضح ہوتی ہے کہ معاشرتی احول و مصالح شریعت کی عمارت تعمیر کرنے کے سامان ہیں۔

طریق نفاذ سے استدلال (۳) احکام کے نفاذ میں حالات و زمانہ کی رعایت ضروری قرار دی گئی اور اصول نسخ کے ذریعہ موقعہ و محل کے تعین کی اجازت دی گئی جو اس امر کا کھلا ثبوت ہے کہ جب احوال و مصالح باقی نہ رہیں گے تو ان سے بنی ہوئی عمارت بھی ختم ہو جائے گی۔

جیساکہ علامہ آمدی نے نسخ شرعی کی بحث میں کہا ہے:

واذا عرف جواز اختلاف المصلحة باختلاف الازمان فلا يمتنع ان يامر الله تعالى المكلف بالفعل فى زمان لعلمه بمصلحة فيه كما يفعل الطبيب بالمريض حيث يامره باستعمال دواء فى بعض الازمنة وينهاه عنه فى زمن آخر بسبب اختلاف مصلحته عند اختلاف مزاجه "	جب زمانہ کے اختلاف سے مصالح کے اختلاف کا جواز معلوم ہوگیا تو یہ بات ممتنع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس کی مصلحت سمجھ کر کسی زمانہ میں کسی فعل کا حکم دے اور جب مصلحت بدل جائے تو اس سے منع کر دے جس طرح طبیب کسی زمانہ میں کسی دوا کا حکم دیتا ہے اور پھر جب اختلاف مزاج کے وقت مصلحت بدل جاتی ہے تو اس دوا کے استعمال سے روک دیتا ہے۔

پھر کچھ تفصیل کے بعد ہے:

ولولا اختلاف المصالح باختلاف	اگر زمانہ کے اختلاف سے مصالح کے اختلاف

الازمنة لما كان كذلك ومع جواز اختلاف المصالح باختلاف الازمنة لايكون النسخ ممتنعا [1]

کا معاملہ نہ ہوتا تو احکام میں اختلاف کی صورتیں نہ پیدا ہوتیں اور جب زمانہ کے اختلاف کو مصالح کے اختلاف کا جواز موجود ہے تو نسخ کے ممتنع ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں

قاضی بیضاوی کہتے ہیں :

وذالك لان الاحكام شرعت والآيات نزلت لمصالح العباد وتكميل نفوسهم فضلا من الله ورحمة وذالك يختلف باختلاف الاعصار والاشخاص كأسباب المعاش فان النافع فى عصر واحد يضر فى غيره [2]

جوازِ نسخ اس لئے کہ اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے بندوں کے نفوس کی تکمیل اور ان کے مصالح کے حصول کے لئے آیتیں نازل کیں اور احکام مقرر کئے ہیں اور مذکورہ امور زمانے اور اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ بالخصوص معاش کے اسباب و ذرائع جو ایک زمانہ میں نافع ہوتے ہیں وہ دوسرے میں مضر ہو جاتے ہیں -

نسخِ شرعی کی توجیہہ | جمہور مفسرین نے نسخ کی توجیہہ میں نہایت نفیس اور دوررس بات کہی ہے چنانچہ تفسیر المنار میں ہے :

قالوا فى توجيهه انه لامعنى لنسخ الآية فى ذاتها ولاحاجة اليه وانما الاحكام يختلف باختلاف الزمان والمكان والاحوال فاذا شرع حكم فى وقت لشدة الحاجة اليه

جمہور مفسرین نے نسخ کی توجیہہ میں کہا ہے کہ فی نفسہٖ نسخ آیت کے کوئی معنی نہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے کیونکہ احکام زمان و مکان اور حالات کے اختلاف سے بدلتے رہتے ہیں۔ جب کوئی حکم ایک وقت میں شدید حاجت کی بنا پر ہے اور وہ حاجت دوسرے

---

[1] احکام الاحکام ج ۳ (ص ۱۶۶)۔ [2] بیضاوی (ص ۹۸)

ثم زالت الحاجة فی وقت آخر فمن الحکمة ان ینسخ الحکم ویبدل بما یوافق الوقت الاخر فیکون خیراً من الاول او مثلہ فی فائدتہ من حیث قیام المصلحة بہ [1]

وقت میں باقی نہ رہی تو حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ حکم منسوخ ہوجائے۔ اور اس کی جگہ دوسرا حکم دوسرے وقت کے مناسب آجائے۔ یہ دوسرا حکم فائدہ کے لحاظ سے پہلے سے بہتر یا اس جیسا ہوگا۔ کیونکہ اب اسی کے ذریعہ مصلحت کا قیام ہوگا۔

موقع و محل کی تعیین کا لفظ زیادہ موزوں ہے

اس قاعدہ کے لحاظ سے آخری شریعت کے جن احکام میں حالات و زمانہ کی رعایت ناگزیر ہوگی ان پر حقیقی نسخ کا اطلاق درست نہ ہوگا کیوں کہ روح اور مقصد کے ساتھ اصل حکم ہمیشہ برقرار رہے گا۔ اس میں تبدیلی کبھی نہ ہوگی۔

تبدیلی صرف شکل وصورت میں ہوتی رہے گی جس کے لئے نسخ کے بجائے ہماری زبان میں موقع و محل کی تعیین کا لفظ زیادہ موزوں ہے اور اس کے لئے احکام منصوصہ وغیر منصوصہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ جیسا کہ فقہ میں ہے،

ما من حکم شرعی الا وھو قابل للنسخ خلافا للمعتزلة [2]

ہر حکم شرعی۔ نسخ کو قبول کرنے والا ہے معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔

موقع و محل کی تعیین ہی سے مذہب و زندگی کا رشتہ باقی رہتا ہے

انفرادی و اجتماعی زندگی کے حالات مختلف ہوتے ہیں، ان کے لحاظ سے احکام شرعیہ کے موقع و محل کے تعیین کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ اگر اس ضرورت کو ملحوظ رکھ کر تعیین نہ کی جاتی رہی تو اکثر حالات میں بیشتر احکام ناممکن العمل قرار پائیں گے یا ان کا کوئی محل نہ باقی رہے گا۔ اور بالآخر مذہب و زندگی کا رشتہ منقطع ہوجائے گا۔ جیسا کہ فقہ کی اس عبارت سے وضاحت ہوتی ہے۔

نتری الشئ الواحد یمنع فی حال

تم دیکھتے ہو کہ ایک شئے سے اُس حالت میں

---

[1] المنار ح (ص ۱۴۲، ۱۴۳)۔ [2] المستصفیٰ (ص ۱۲۲)

لاتكون فيه مصلحة فاذا كان فيه	روک دیا جاتا ہے۔ جبکہ کوئی مصلحت نہ ہو۔ لیکن
مصلحة جاز كالدرهم بالدراهم الى اجل	جب مصلحت ہو تو وہی شئی جائز ہو جاتی ہے۔ مثلاً
يمتنع فى المبايعة ويجوز فى القرض	درہم درہم کے عوض مدت متعینہ تک خرید و فروخت
و بيع الرطب باليابس يمتنع حيث	میں ناجائز ہے۔ اور قرض میں جائز ہے۔ اسی طرح
يكون مجرد غرر و ربا من غير	تازہ کھجور کو خشک کھجور کے عوض بیچنا ناجائز ہے کیونکہ
مصلحة ويجوز اذا كان فيه مصلحة	اس میں دھوکا اور سود دونوں پائے جاتے ہیں لیکن جب
راجحة كما فى ثمر العرايا توسعة	اس میں راجح مصلحت پائی جائے تو جائز ہے جیسا کہ عرایا
على الخلق [1]	کے پھلوں میں ہوتا ہے۔ تاکہ خلق خدا کے لئے وسعت ہو۔

عرایا کی صورت یہ تھی:

ایک شخص پھل کھانے کے لئے کسی کو عاریۃً کھجور کا درخت دیتا تھا پھر انتفاع کی شکلوں میں دشواری کی وجہ سے درخت کو واپس لے لیتا اور اس کے عوض اندازہ کر کے خشک کھجور دے دیتا تھا [2]

محمود بن لبیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے زیدؓ سے پوچھا "یہ عرایا کیا ہیں"؟ تو زیدؓ نے انصار کے چند ضرورت مندوں کا نام لیا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ موسم میں تازہ پھل آتا ہے اور نقدی نہ ہونے کی وجہ سے ہم لوگ محروم رہتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے پاس جو خشک کھجوریں موجود رہتی ہیں ان کے عوض "عرایا" خرید لیا کرو اس طرح تازہ پھلوں سے محرومی نہ رہے گی [3]

ایک واقعہ سے تعیین کی اہمیت کا اندازہ | احکام شرعیہ میں موقع و محل کی تعیین کی اہمیت کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے ہوتا ہے:

ایک مرتبہ صاحبزادہ عبدالملک نے احکام کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا:

---

[1] الموافقات رحاشیہ ج ۲ (ص ۳۰۵) [2] حاشیہ ہدایہ (ص ۳۷) [3] المقنع ج ۲ (ص ۷۰)

مالك لا تنفذ الامور فو الله ما ابالى لو ان القدور غلت بى وبك فى الحق [1] — آپ کو کیا ہو گیا کہ آپ احکام نافذ نہیں کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر حق کے معاملہ میں ہانڈیوں کو ابال آ جائے جب بھی میں اس کی پرواہ نہیں کرتا ہوں۔

جواب میں حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے فرمایا:

لا تعجل یا بنیّ فان الله ذمّ الخمر فی القرآن مرّتین وحرمها فی الثالثة وانی اخاف ان احمل الحق علی الناس جملة فید فعوه جملة ویکون من ذا فتنةٌ [2] — بیٹے جلدی نہ کرو، اللہ نے قرآن حکیم میں دو مرتبہ شراب کی برائی بیان کی اور تیسری مرتبہ اس کو حرام کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر "حق" لوگوں پر دفعۃً مسلط کر دوں تو وہ اس کو دفعۃً ہی پھینکیں گے اور اس سے مستقل فتنہ ہو گا۔

احکام کے انداز بیان سے استدلال | قرآن حکیم نے احکام کے بیان کا جو انداز اختیار کیا ہے اس سے بھی حالات و زمانہ کی رعایت کا ثبوت ملتا ہے

مثلاً بعض احکام میں صرف مقاصد بیان کئے گئے ہیں اور ان کی شکل و صورت نہیں متعین کی گئی ہے اور بعض میں صرف حدود اربعہ ذکر کئے گئے ہیں۔ اور شکل و صورت سے بحث نہیں ہے اسی طرح بہت سے احکام میں اصولی اور عمومی انداز کی گفتگو ہے اور جزئیات کی تشریح نہیں ہے۔ اور بعض جگہ جزئیات کی تشریح کے باوجود موقع و محل کی تعیین کی اجازت دی گئی ہے، فقہاء نے اسی صورت حال کو دیکھ کر کہا ہے:

انّ الله انزل من الاحکام ما یصلح لکلّ زمان و مکان فمنها مانصّ علیه نصّاً صریحاً و منها قواعد عامة یمکن تطبیقها حسب ظروف — اللہ نے بعض وہ احکام نازل فرمائے ہیں جن میں ہر زمان و مکان کی صلاحیت موجود ہے اور بعض وہ قواعد عامہ نازل کئے جن کے ذریعہ لوگوں کے ظروف، انکے احوال اور مواقع کی مطابقت ممکن ہے۔

---

[1] الموافقات ج ۲ (ص ۹۴) [2] الموافقات ج ۲ (۹۴)

الناس واحوالهم واھویٰتهم [1]

ایک اور موقع پر ہے:

فلابد من حدوث وقائع لاتکون	یہ بات ضروری ہے کہ ایسی نئی نئی صورتیں پیش آئیں
منصوصاً علی حکمها ولا یوجد	جن کا حکم صراحۃً موجود ہو اور نہ پہلے لوگوں نے اجتہاد
للاولین فیها اجتهاد وعند ذالك	کیا ہو۔ ایسی حالت میں اگر لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے
فاما ان یترك الناس فیها مع	کہ وہ من مانی کاروائی کریں یا اجتہاد شرعی کے بجائے
اهوائهم او ینظر فیها بغیر اجتهاد	محض اٹکل کے تیر چلائیں تو یہ سب فساد اور ہلاکت
شرعی وهو ایضاً اتباع وذالك	ہے۔
کله فساد [2]	

تکمیلِ ہدایت و جامعیت کا مطلب اس صورت حال سے نہ تکمیلِ ہدایت پر کوئی حرف آتا ہے اور نہ قرآن حکیم کی جامعیت پر کسی قسم کی زد پڑتی ہے بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو جامعیت اور تکمیل کی یہی صورت ممکن ہو سکتی ہے نہ وہ جس کی نمائندگی عام طور پر ہو رہی ہے۔ اور نہ نتیجۃً الٰہی شریعت ایک خاص دور اور زمانہ میں محدود ہو کر رہ گئی ہے۔

فالقراٰن علی اختصاره جامع ولا	قرآن اپنے اختصار کے باوجود جامع ہے اور جامع
یکون جامعاً الا المجموع فیه امور	اسی صورت میں ہے کہ اس میں امور کلیہ کا بیان ہے۔ کیوں
کلیات لان الشریعة تمام نزوله	کہ شریعت اس کے نزول کے اختتام کے ساتھ مکمل ہو گئی ہے
لقوله تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم [3]	اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے الیوم اکملت لکم دینکم

دوسری جگہ ہے:

هو التنصیص علی قواعد العقاید	عقائد کے قواعد اور شرائع کے اصول بیان ہوئے

---

[1] الفقه علی المذاہب الاربعۃ مقدمہ ثانیہ (ص ۱۷) [2] الموافقات ج ۴ (ص ۱۰۴) [3] ایضاً ج ۳ (ص ۳۶۷)

والتوقیف علی اصول الشرع و قوانین الاجتہاد لا ادراج حکم کل حادثۃ فی القرآن[1]۔	ہیں اور اجتہاد کے قوانین کی نشاندہی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ہر جزی واقعہ و حادثہ کا حکم قرآن حکیم میں موجود ہے۔

مالیاتی تنظیم و تقسیم کی کوئی شکل متعین نہیں ہے قرآن حکیم کے اندازِ بیان سے احکام میں حالات و زمانہ کی رعایت کی چند مثالیں یہ ہیں:

(۱) **مالیات کی تنظیم و تقسیم:**

قرآن حکیم نے اس کی کوئی خاص تشکل و صورت متعین نہیں کی ہے صرف مقصد پر زور دیا ہے کہ اللہ کی مخلوق کو رزقِ حلال میسر ہو اور بدلے ہوئے حالات کے مطابق عدل و انصاف کے ساتھ اس کی حاجتیں پوری ہوتی رہیں۔

انفرادی و اجتماعی ملکیت کی بحث چونکہ طریقِ کار سے متعلق تھی جس میں حالات و زمانہ کی رعایت ناگزیر ہے اس بنیاد پر اس بحث کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ بلکہ امانت و نیابت کے ذریعہ ہمیشہ کے لئے اس بحث کو ختم کر دیا ہے کہ ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ ہے اور انسان کو ساری چیزیں نائب ہونے کی حیثیت سے بطور امانت استعمال کے لئے دی گئی ہیں

عمومی اندازکی چند آیتیں اس سلسلہ کی چند آیتیں عمومی اندازکی یہ ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ۵۸	بیشک اللہ تمھیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اس کے اہل تک پہونچا دو۔

آیت میں "امانات" سے تمام حقوقِ واجبہ اور ہر قسم کی ذمہ داریاں مراد ہیں۔

ان الامانات جمع امانۃ بعم الحقوق المتعلقۃ بذ متہم من حقوق اللہ	امانات امانت کی جمع ہے جو تمام حقوقِ واجبہ کو عام ہے۔ خواہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہوں

---

[1] تلویح (ص۔ ۵)

تعالیٰ وحقوق العباد[۱]

دوسری جگہ ہے:

(۲) وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۵۷ | اور اس سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمھیں خلیفہ بنایا ہے۔

تنظیم و تقسیم کے بعض احکام ذکر کرنے کے بعد ہے:

(۳) كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۵۹ | تاکہ دولت تم میں مالداروں کے درمیان سمٹ کر نہ رہ جائے۔

خرچ کے بارے میں ایک موقعہ پر سوال کا جواب یہ دیا گیا ہے:

قُلِ الْعَفْوَ ۲۱۹ | آپ کہہ دیجئے جو ضرورت سے فاضل ہو سب خرچ کرو

دوسرے موقعہ پر یہ جواب مذکور ہے۔

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۲۱۵ | آپ کہہ دیجئے جو بھی تم اپنے مال سے نکال سکتے ہو نکالو تو اس کے مستحق تمھارے ماں باپ، عزیز و اقربا، یتیم، مسکین اور مسافر ہیں۔

جواب کا اختلاف معاشرتی ضرورت کے لحاظ سے تقسیم کے حدود میں فرق کو ظاہر کرتا ہے اور "العفو" سے تو اس حد تک ثبوت ملتا ہے کہ حالات کے دباؤ کے وقت ضرورت سے فاضل اموال میں کوئی حق نہیں ہے۔

ان آیتوں کے علاوہ بہت سے مقامات پر خرچ کرنے کی تاکید ہے۔ اور مستحقین کی تفصیل ہے لیکن مقدار اور تقسیم کی نوعیت سے کوئی بحث نہیں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کے احکام حالات و زمانہ کی رعایت سے بدلتے رہتے ہیں۔

---

[۱] اسلام کا زرعی نظام (ص ۲۹۲)

خاص شکل کے تعین سے ہر دور کی ضرورتیں نہیں پوری ہوسکتی ہیں | جس طرح معاشرتی زندگی کے حالات ہر دور میں یکساں نہیں ہوتے ہیں اسی طرح عدل و توازن پیدا کرنے اور برقرار رکھنے کے قوانین میں بھی یکسانیت نہیں ملحوظ رہ سکتی۔

جب قوم طبقاتی کشمکش میں مبتلا ہو، سرمایہ ایک طبقہ میں سمٹ کر رہ گیا ہو اور دوسرا طبقہ وسائلِ معاش سے محروم ہو کر نانِ جویں کا محتاج ہو تو ایسی حالت میں عدل و توازن پیدا کرنے کے قوانین اس وقت سے یقیناً مختلف ہوں گے جب کہ قوم خوشحال ہو اور معاشرتی عدمِ توازن محرومی کی حد تک نہ پہنچا ہو ایسی صورت میں قرآن حکیم اگر تنظیم و تقسیم کے کسی ایک طریقہ کی نشاندہی کر دیتا یا مروجہ انفرادی و اجتماعی ملکیت کی بحث کو اصولی اور بنیادی قرار دیتا تو اس کی عالمگیریت پر کس قدر زد پڑتی۔ اور تکمیلِ ہدایت کی بات کس حد تک تشنہ رہ جاتی؟

مقصود عدل کا قیام ہے، طریق کار سے بحث نہیں | علامہ ابن قیم کہتے ہیں۔

ان مقصودہ اقامۃ العدل بین	شریعت سے اللہ کا مقصود بندوں کے درمیان
عبادہ وقیام الناس بالقسط فای	عدل و انصاف کا قیام ہے جس طریق کے ذریعہ عدل
طریق استخرج بہا العدل والقسط	و انصاف قائم کیا جائے گا وہی دین ہوگا اس کو دین
فھی من الدین لیست مخالفۃ لہٗ[1]	کے خلاف نہ کہا جائے گا۔

ایک اور جگہ علامہ نے اس حقیقت کو دوسرے انداز میں بیان کیا ہے:

فان الشریعۃ مبناھا و اساسھا	شریعت کا مدار حکمتوں اور دنیوی و اخروی زندگی
علی الحکم و مصالح العباد فی المعاش	کی مصلحتوں پر ہے۔ وہ مجسمہ عدل و رحمت ہے اور
والمعاد وھی عدل کلھا و مصالح	کل حکمت و مصلحت ہے۔ جو مسئلہ بھی عدل سے جور
کلھا و حکمۃ کلھا فکل مسئلۃ	کی طرف، رحمت سے زحمت کی طرف، مصلحت سے

---

[1] الطرق الحکمیہ (ص ۱۴)

خرجت من العدل الی الجور وعن الرحمۃ الی ضدھا وعن المصلحۃ الی المفسدۃ وعن الحکمۃ الی العبث فلیست من الشریعۃ وان ادخل فیھا بالتاویل [1]	مفسدہ کی طرف اور حکمت سے بے موقع بات کی طرف خروج کرے گا وہ شریعت کا مسئلہ نہ ہوگا اگرچہ تاویل کے ذریعہ شریعت میں داخل کر لیا جائے۔

یہ عبارت باب تغیر الفتویٰ کی ہے جس میں علامہ نے بہت سی مثالوں کے ذریعہ احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت ثابت کی ہے اور کہا ہے:

ھذا فصل عظیم النفع جداً وقع بسبب الجھل بہ غلط عظیم علی الشریعۃ اوجب من الحرج والمشقۃ وتکلیف ما لا سبیل الیہ [2]	یہ فصل نہایت نفع دینے والی ہے اس سے جہالت کی وجہ سے شریعت کے بارے میں بڑا مغالطہ ہوگیا ہے اور لوگ طرح طرح کی تنگی و مشقت میں مبتلا ہوگئے ہیں جن سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

معاشرتی حالات کے لحاظ سے عدل و توازن کے قوانین میں تفاوت۔ معاشرتی حالات کے لحاظ سے عدل و توازن کے قوانین میں جو تفاوت ہوتا ہے اس کی کسی قدر تفصیل یہ ہے۔

فقہائے دنیوی مصالح کی تین قسمیں کی ہیں یا تین درجے بیان کئے ہیں۔

(۱) ضرورات (۲) حاجات اور (۳) تکملات (ادنیٰ، اعلیٰ اور متوسط)

ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کھانے پینے، لباس، مکان، نکاح، سواری وغیرہ کی اس قدر سہولت حاصل ہو کہ بس ان کے ذریعہ کام چلتا رہے۔

اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ عمدہ غذا، بہترین لباس، عالیشان مکان، اچھی قسم کی سواریاں اور خوبصورت عورتوں سے شادی وغیرہ کا سر و سامان ہو۔

---

[1] اعلام الموقعین ج ۳ (ص ۲۷) [2] اعلام ج ۳ (ص ۲۷)

اوسط درجہ ان دونوں کے بین بین ہے۔ یعنی نہ اس قدر وسعت ہو کہ تکملات کے درجہ کو پہونچ جائے اور نہ اس قدر تنگی ہو کہ ضرورات کے درجہ میں رہ جائے [۱]

فقہا اوسط درجہ کی مصالح کو حاجات سے تعبیر کرتے ہیں اور احکام میں رعایت کی بات صرف اس پر نہیں ختم ہوتی ہے کہ لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوں بلکہ یہاں تک پہونچی ہے کہ بدلے ہوئے حالات کے مطابق جلب مصلحت کی راہیں کھلیں اور اوسط درجہ میں لوگوں کی حاجتیں رفع ہوں چنانچہ

تقادیر النفقات بالحاجات مع تفاوتہا عدل وتسویۃ من جہۃ انہ سوی بین المنفق علیہم فی دفع حاجاتہم لافی مقادیر ماوصل الیہم لان دفع الحاجات ہو المقصود الاعظم فی النفقات وغیرہا من اموال المصالح [۲]	اس مقدار میں لوگوں کو پہونچانا کہ اس کے ذریعہ ان کی حاجتیں پوری ہوں یہ عدل ہے۔ اگرچہ مقدار میں فرق ہو۔ مساوات حاجت کے دفعیہ میں ہے نہ کہ مقدار میں کیونکہ نفقات وغیرہ میں شریعت کا مقصود اعظم لوگوں کی حاجتیں پوری کرنا ہی ہے۔

طریق کار میں کافی وسعت اور گنجائش ہے | اس مقصود اعظم کو حاصل کرنے اور عدل تک پہونچنے کے لیے جس قسم کی تنظیم و تقسیم درکار ہوگی اور جیسے قوانین وضع کرنے ہوں گے وہ سب شرعی اور اسلامی ہوں گے۔

طریق کار کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اس کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو یا اس کے مطابق وحی نازل ہوئی ہو کیونکہ اس میں حالات و زمانہ کی رعایت سے تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

فاذا ظہرت امارات الحق وادلتہ بای طریق فذالک من شرع و	جب حق کی علامتیں اور دلیلیں ظاہر ہوں تو جس طریقہ سے بھی ہوں وہ شرع اور دین ہوگا اور اسی

---

[۱] قواعد الاحکام فی مصالح الانام ج ۱ (ص ۶۸) [۲] قواعد الاحکام ج ۱ (ص ۶۸)

ودینہ ورضاہ وامرہ [۱] میں اللہ کی رضا اور اس کا حکم ہوگا۔

معاشرہ کو اگر مذکورہ مقام تک پہونچانے کے لئے انفرادی حقوق کی پامالی ہوگی تو شریعت میں اس کی پوری گنجائش ہے اور حقوق ملکیت کے ہر گورکھ دھندے کو توڑنے کی اجازت ہے۔

لان اعتناء الشرع بالمصالح العامة اوفر واکثر من اعتنائہ بالمصالح الخاصة [۲] کیونکہ شریعت میں مصالح خاصہ کے مقابلہ میں مصالح عامہ کا بہت زیادہ لحاظ کیا ہے۔

اجتماعی نظم وقوانین کی بھی پوری اجازت ہے | ظاہر ہے کہ معاشرتی عدم توازن جب محرومی کی حد تک نہ ہوگا تو مذکورہ درجہ کے لئے بنیادی تبدیلی کرنی پڑے گی۔ اور نہ مقابلۃً زیادہ سخت قوانین بنانے کی ضرورت ہوگی لیکن اگر معاشرہ کا یہ حال ہو کہ ایک طبقہ وسائل سے محروم ہو کر نان جوین کا محتاج ہو اور دوسرا ہر قسم کے عیش وعشرت میں مشغول ہو تو اس وقت عدل وتوازن پیدا کرنے کے لئے نہ صرف سخت قوانین درکار ہوں گے بلکہ تنظیم وتقسیم کے نظام میں بنیادی تبدیلی بھی ناگزیر ہوگی حتیٰ کہ اگر اجتماعی نظم وقوانین سے مقصود حاصل ہونے کی توقع ہوگی تو اس سے گریز جرم قرار پائے گا۔ اور لوگوں کی حق تلفی کا باعث بنے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا:

لیس لابن آدم حق فی سواھذا الخصال بیت یسکنہ وثوب یواری بہ عورتہ وجلف الخبز والماء [۳] انسان کا تین چیزوں کے علاوہ اور کسی میں کوئی حق نہیں ہے (۱) رہنے کے لئے گھر (۲) تن ڈھکنے کے لئے کپڑا اور (۳) پانی اور روٹی کا ٹکڑا۔

اسی طرح ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا:

---

[۱] اعلام ج ۲ (ص ۳۴۳، ۵) [۲] قواعد الاحکام ص ۸ [۳] ترمذی

من کان معہ فضل ظہر فلیعد بہ علی من لا ظہر لہ ومن کان لہ فضل من زاد فلیعد علی من لا زاد لہ قال فذکر من اصناف المال حتی رأینا انہ لا حق لاحد منا فی فضل[1]

جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس زائد زاد راہ ہو وہ اس کو دیدے جس کے پاس نہیں ہے راوی (ابو سعید خدری) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مختلف قسم کے اموال کا ذکر کیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگوں نے سمجھا کہ زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔

ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لو استقبلت من امری ما استدبرت لاخذت فضول اموال الاغنیاء فقسمتہا علی فقراء المہاجرین[2]

جس بات کا آج اندازہ ہوا ہے اگر پہلے سے ہوتا تو مالداروں سے فاضل اموال لے کر فقراء مہاجرین میں تقسیم کر دیتا۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ فرض علی الاغنیاء فی اموالہم بقدر ما یکفی فقراءہم فان جاعوا او عروا وجہدوا فبمنع الاغنیاء وحق علی اللہ تعالیٰ ان یحاسبہم یوم القیامۃ ویعذبہم علیہ[3]

اللہ تعالیٰ نے مالداروں پر فقرا کی کفالت فرض کر دی ہے۔ اگر وہ بھوکے ننگے رہے یا اور کسی معاشی پریشانی میں مبتلا ہوئے تو اس بنا پر کہ مالداروں نے ان کا حق نہیں دیا ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے حساب لے گا اور ان کو عذاب دے گا۔

غرض حکومت و خلافت کو معاشرتی زندگی میں عدل و توازن پیدا کرنے اور برقرار رکھنے کے لئے ہر طریق کار اختیار کرنے اور ہر قسم کے قوانین وضع کرنے کی اجازت ہے خواہ

---

[1] محلی ابن حزم ج ۶ (ص ۱۵۷-۱۵۸) [2] حوالہ بالا [3] حوالہ بالا (ص ۱۵۶)

اس کی مثال پہلے موجود ہو یا نہ ہو۔

مذہب کے بقاء کے لئے معاشی حالت کی اہمیت

مذہب کی ترویج و تبلیغ میں جب تک دنیوی مصالح کو خاص اہمیت نہ دی جائے گی اس وقت تک نہ مذہب کی حفاظت و بقا کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ اقامت دین کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے۔

واعلموا ان مصالح الآخرۃ لا تتم الا بمعظم مصالح الدنیا کالماکل والمشارب والمناکح وکثیر من المنافع[۱]	یاد رکھو کہ آخرت کے مصالح اس وقت تک پورے نہیں ہو سکتے ہیں جب تک دنیا کے اہم مصالح کا لحاظ نہ کیا جائے جیسے کھانا پینا شادی بیاہ اور دیگر بہت سے منافع کا حصول۔

دوسری جگہ ہے:

واما الاموال فحق اللہ فیھا تابع لحقوق العباد[۲]	اموال میں اللہ تعالیٰ کا حق بندوں کے حقوق کے تابع ہے

(باقی)

---

[۱] قواعد الاحکام صفحہ ۷

تصحیح

پچھلے شمارہ میں "جدید دور میں جدید رہنمائی کی ضرورت" پر جو مقالہ شائع ہوا ہے اس کے آخر کی سطریں اس طرح ہیں:— جدید دور میں رہنمائی کے لئے مجتہدانہ بصیرت کے ساتھ رندانہ جرأت کی ضرورت ہے، واعظانہ مصلحت اور زاہدانہ ہمت سے کام نہ چلے گا۔

امینی